از جناب مظفر عباسی
(مری)

مدارس عربیہ
اور
جدید علوم

ہمارے ہاں عربی مدارس میں جو نصاب تعلیم پڑھایا جاتا ہے یعنی درس نظامی۔ یہ جب ترتیب دیا گیا تھا تو اس وقت کے عمومی حالات رائج علوم اور ملت کے دینی اور بنیادی تقاضوں کو مدنظر رکھا گیا تھا۔

برصغیر پاک و ہند میں مسلمانوں کے سیاسی زوال کے بعد حالات بدل گئے تو عربی مدارس کے ارباب بست و کشاد نے اس نصاب میں تبدیلی کی ضرورت محسوس کی۔ اور کئی بار صلاح و مشورے ہوئے اور بعض درسگاہوں میں درس نظامی والے نصاب میں اچھی خاصی تبدیلی تجویز کی گئی۔

تحریک آزادی ہند کی جدوجہد میں مسلمانوں کے ایک مخصوص طبقے کی غلط سوچ نے علی گڈھ اور دیوبند کی تحریکوں کو بظاہر متضاد اور متصادم تحریکوں کی صورت دے دی۔ ورنہ آغاز کار کے وقت علی گڑھ کی تحریک علماء دیوبند کے مشورے اور تعاون سے شروع ہوئی تھی۔

جب علی گڑھ کی تحریک نے انگریز دوستی کی راہ اختیار کی اور اس درسگاہ پر سرکاری نصاب ہی نہیں سرکاری افکار و خیالات بھی چھا گئے۔ اور اس کا دینی رنگ جاتا رہا۔ تو ندوۃ العلماء کی داغ بیل ڈالی گئی۔ اور دوسری طرف شیخ الہند کی تائید و حمایت سے جامعہ ملیہ دہلی وجود میں آیا۔

قیام پاکستان کے بعد بھی علمائے کرام کی طرف سے درس نظامی میں حالات حاضرہ کے مطابق تبدیلیوں کی تجاویز آتی رہی ہیں۔ اور اب جو دارالعلوم دیوبند کا صد سالہ جلسہ ہوا اس میں بھی درس نظامی میں مناسب تبدیلی اور جدید علوم کو شامل نصاب کرنے کی سفارش کی گئی ہے۔

ادھر اخبارات میں حکومت پاکستان کا یہ فیصلہ شائع ہوا ہے کہ عربی مدارس کے نصاب میں سکولوں اور کالجوں

کے نصاب کو شامل کیا جا رہا ہے۔ میں نے الحق ہی کے صفحات پر اس سے پہلے ہی عرض کیا تھا اور اب بھی اپنی اس سوچی سمجھی رائے کا اظہار کرتا ہوں کہ حکومت اور بالخصوص سرکاری مدارس کے ارباب بست وکشاد عربی مدارس کے نظام میں دخل انداز نہ ہوں۔ اس سے یہ لوگ اپنے پورے اختیارات اور حکومت کی طرف سے مالی وسائل کے استعمال کے باوجود سرکاری مدارس کے مقاصد کے حصول میں بری طرح ناکام ہو چکے ہیں یعنی۔

۱۔ جن مقاصد کے لئے قومی خزانے سے بے پناہ دولت صرف کر کے سرکاری سکول کالج اور یونیورسٹیاں قائم کی جا رہی ہیں وہ مقاصد حاصل نہیں ہو رہے۔

۲۔ ہمارا نصاب تعلیم۔ طریقہ امتحانات اور سلسلہ نظم وضبط بری طرح ناکام ہو چکے ہیں۔ اور جب کبھی حکومتی سطح پہ کوئی تبدیلی ہوتی ہے تو اس ناکامی کا اعتراف کیا جاتا ہے۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ حکومت کی تبدیلی کے بنیادی اسباب میں ایک بڑا سبب ہمارے اس نظام تعلیم کا ناکام ہونا بھی رہا ہے۔

۳۔ سرکاری مدارس کے مقابلے میں عربی مدارس اپنے مقاصد میں زیادہ کامیاب ہیں۔ آپ عربی مدارس کے مقاصد سے اختلاف کر سکتے ہیں۔ لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ان کا نظام ایسا ہے یا ایسے ہاتھوں میں ہے کہ یہ مدارس اپنے مقصد میں کامیاب ہیں۔

غرض میں یہ تو کہہ نہیں سکتا کہ عربی مدارس پر سرکاری مدارس کی بالادستی ہو البتہ یہ ضرور عرض کروں گا کہ عربی مدارس میں ایسی تبدیلیاں ضرور لائی جائیں جن کے لئے قوم سرکاری مدارس پر اعتماد کئے ہوتے ہے۔

حکومت کے فیصلے کے مطابق ہمارے عربی مدارس کی اسناد پرائمری، ثانوی (میٹرک) اور اعلیٰ (بی اے) کی اسناد کے برابر ہوں گی۔ اور نصاب میں ریاضی، عمرانیات اور سائنس کا اضافہ کیا جائے گا۔

اخباری اطلاعات کے مطابق درس نظامی کے آخری امتحان میں معاشیات، سیاسیات اور سائنس میں سے کوئی دو پرچوں کا اضافہ تجویز کیا گیا ہے۔ یہ اضافہ نہ صرف جائز ہے بلکہ ضروری ہے مجھے یقین ہے کہ ہمارے عربی مدارس کے ذمہ داران کی طرف سے اس اضافہ کی مخالفت نہیں ہوگی۔

البتہ یہ بات توجہ طلب ہے کہ

۱۔ عربی مدارس کے نصاب میں تبدیلی کر کے یا اضافہ کر کے اسے سرکاری مدارس میں رائج نصاب تعلیم کے قریب لایا گیا ہے لیکن کیا یہ ضروری نہیں کہ سرکاری مدارس کے نصاب میں بھی اسی قسم کی تبدیلی کر کے اسے دینی مدارس کے نصاب کے قریب لایا جائے۔

۲۔ کہیں ایسا تو نہیں ہوگا (جیسا کہ اوقاف کے محکمہ میں ہو چکا ہے) کہ نصاب میں تبدیلی سے مدارس عربیہ کی انتظامیہ میں بھی تبدیلی کر دی جائے۔

ظاہر ہے کہ جب حکومت درس نظامی کے فارغ علما حضرات کو بی اے کے برابر حقوق و مراعات دے گی تو اسے یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ آیا یہ لوگ واقعی درس نظامی کے فارغ التحصیل حضرات ہیں بھی یا نہیں۔ گویا حکومت کو امتحانات کے سلسلہ میں اس حقیقت کا اطمینان اور یقین دلانا ہوگا کہ جس کو سند دی جا رہی ہے وہ ہر طرح سے اس سند کا حقدار اور اہل ہے اب یہ اطمینان اور یقین دلایا جا سکے گا ؟ اس الجھن کے حل میں اس بات کا خدشہ ہے کہ پیشہ ور ملازم جو اپنے آپ کو ماہر تعلیم ظاہر کر کے بڑی بڑی تنخواہیں لے رہے ہیں وہ حکومت کو مشورہ دیں گے کہ امتحانات ان کی نگرانی میں ہوں اور اگر خدانخواستہ ایسا ہو گیا تو ہر وہ خرابی جو موجودہ سرکاری نظام تعلیم اور بالخصوص امتحانات کے طریق کار میں ہے وہ عربی مدارس کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لے گی۔

سفارش، نقل، خلاصے، جعلی اسناد وغیرہ نوعیت کے سینکڑوں مسائل ہیں جن سے ہمارے سرکاری مدارس دوچار ہیں۔ اور یہ ماہرین تعلیم اختیارات کے باوجود ان مسائل کو حل کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے تو جب یہ بیماری عربی مدارس میں بھی پہنچ جائے گی تو پورا معاشرہ بکھر کر رہ جائے گا۔

جب عربی مدرسے کی سند سے ملازمت اور دوسری مراعات کا حصول ممکن ہوگا تو ایسے لوگ بھی عربی مدارس کا رخ کریں گے جن کا مقصد علم نہیں ملازمت ہوگا۔ اور یہ لوگ محض سند کے حصول کے لئے مدرسے میں داخلہ کی شرط پوری کریں گے اور غلط راہوں سے سندیں حاصل کر کے معاشرے کی بیخ کنی میں لگ جائیں گے۔

حاصل کلام یہ کہ حکومت کے لئے ضروری ہوگا کہ عربی مدارس کے نصاب پر نظر رکھنے کے ساتھ ساتھ امتحانات پر بھی نظر رکھے اور اس سلسلے میں حکومت کی مداخلت کا مفہوم ان نام نہاد ماہرین تعلیم کی مداخلت ہوگا۔ جو قوم کی بے پناہ دولت اور وسائل کے استعمال کے باوجود بری طرح ناکام ثابت ہو چکے ہیں۔

دو لفظی بات کریں تو کہنا صرف یہ ہے کہ

۱۔ عربی مدارس کے نصاب میں حکومت کے فیصلے کے مطابق جدید علوم کو شامل کیا جائے — اور

۲۔ عربی مدارس کے نظام میں سرکاری مداخلت نہیں ہونی چاہئے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ کیونکر ممکن ہے کہ سرکاری مدارس کا نصاب پڑھایا جائے۔ اسناد کی حیثیت سرکاری اسناد کے برابر ہو۔ اور جن حضرات کے پاس یہ سندیں ہوں انہیں وہی حقوق و مراعات حاصل ہوں جو سرکاری درس گاہوں کے فارغ التحصیل حضرات کو حاصل ہیں۔ اور ان سب باتوں کے ساتھ یہ بھی ہو کہ حکومت عربی مدارس کے نظام، طریق کار اور بالخصوص امتحانات میں دخل نہ دے۔

آج کی یہ گفتگو اس سوال کے جواب کی تلاش کے لئے مخصوص ہے۔

میرا خیال ہے کہ اگر ہم ان راستوں کو مسدود کر دیں جو سرکاری مداخلت کے ہیں اور ان مسائل کو حل کر لیں جن کے

حل کے بہانے سرکاری مداخلت ممکن بلکہ بعض اوقات ضروری ہو جاتی ہے تو پھر اگر حکومت کی نیت خراب نہ ہو تو مداخلت کا جواز باقی نہیں رہتا۔

پہلی چیز نصاب ہے۔ ریاضی، عمرانیات اور سائنس یہ تین علوم ہیں جن کا اضافہ کیا جا رہا ہے ان کے علاوہ ثانوی سطح تک انگریزی کو بھی شامل نصاب کیا گیا ہے۔ اگر عربی مدارس کے ارباب بست وکشاد یہ فیصلہ کر لیں کہ وہ اپنا نصاب خود تجویز اور مرتب کریں گے تو حکومت کی مداخلت کا یہ راستہ بند ہو جاتا ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ نصاب میں کیا تجویز کیا جائے اور اسے کیسے تیار کیا جائے تو عرض ہے کہ ہر علم (یا مضمون) کا معیار پہلے سے طے شدہ ہے۔ نہ صرف پاکستان میں بلکہ کم وبیش ساری دنیا کی درس گاہوں میں پڑھائے جانے والے علوم کا معیار قریب قریب یکساں ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ ایک ملک میں جو دسویں جماعت کے نصاب کا معیار ہے۔ وہ کسی دوسرے ملک میں آٹھویں یا بارہویں جماعت کے نصاب برابر ہو سکتا ہے۔ گویا آپ آسانی سے اور فیصلہ کن انداز میں کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے مدارس کے ثانوی درجے کے امتحانات میں ریاضی کا ہے۔

البتہ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس معیار کی کتابیں آپ یعنی عربی مدارس والے خود تیار کریں۔ اور اس انداز میں تدریس کا اہتمام کریں کہ عربی مدرسے کا ماحول برقرار رہے۔ سکولوں میں ریاضی پہلی جماعت سے دسویں جماعت تک لازمی مضمون کے طور پر اس طرح پڑھائی جاتی ہے کہ ہر سال تھوڑا تھوڑا حصہ پڑھایا جاتا ہے۔ اس کے برعکس عربی مدارس میں ریاضی کی ایک جامع کتاب جو اعداد کے تصور سے شروع ہو اور ثانوی درجے تک کے مسائل پر حاوی ہو ایک ہی سال میں اس طرح پڑھائی جا سکتی ہے جس طرح علم عروض یا فن کی کوئی دوسری کتاب پڑھائی جاتی ہے اگر بچہ ناظرہ اور حفظ کے مراحل طے کرتا ہوا عربی مدارس کے موجودہ نظام کے مطابق سکندر نامہ مقامات اور شرح جامی تک ترقی کرنے کے بعد ریاضی شروع کرے تو کوئی وجہ نہیں کہ یومیہ صرف ایک تدریسی گھنٹے کی محنت سے وہ آٹھ دس ماہ میں سرکاری ثانوی مدارس کے معیار کی ریاضی پر عبور نہ حاصل کر سکے۔ صرف ضرورت اس بات کی ہے کہ اسی مقصد کے لئے موزوں اور مناسب کتاب تیار کی جائے۔

عمرانی علوم میں تاریخ، جغرافیہ، شہریت (سیاسیات) معاشیات وغیرہ علوم آتے ہیں۔ یہ علوم محض معلومات کا ذریعہ ہی نہیں ہوتے بلکہ ان سے ذہن سازی بھی کی جاتی ہے۔ ان علوم پر اچھی کتابیں لکھنا سرکاری مدارس کے اساتذہ کے بس کی بات ہی نہیں۔ وہ لوگ ان علوم پر ایسی کتابیں تو ترتیب دے سکتے ہیں جن میں معلومات کا اچھا خاصا ذخیرہ ہو۔ لیکن ایسی کتابیں نہیں لکھ سکتے جو ذہن سازی کرتی ہوں۔ مثلاً

تاریخ میں یہ تو بتایا جا رہا ہے کہ فلاں بادشاہ کے باپ کا یہ نام تھا اور اس کی تاریخ پیدائش اور سال وفات یہ ہے لیکن اس کے عہد کی ارتقائی تحریکوں۔ انقلابی کوششوں اور فکری واصلاحی کوششوں کی نشاندہی نہیں کی

جاتی۔ اسی طرح جغرافیہ میں یہ تو بتایا جاتا ہے کہ فلاں زمین کی مٹی کیسی ہے۔ اور اس میں کس قسم کی معدنیات پائی جاتی ہیں لیکن یہ نہیں بتایا جاتا کہ اس ملک کا ماحول اسلام کے لئے کیسا ہے۔ اگر وہاں اسلام کی کرنیں روشن ہیں تو کیسے اور اگر تاریکی ہے تو اس کی وجوہات کیا ہیں۔ سیاسیات میں مختلف نظام ہائے حکومت کا بیان ملتا ہے۔ لیکن یہ نہیں بتایا جاتا کہ اسلامی نقطۂ نظر سے کون سا نظام کس حد تک قابل قبول ہے۔ اور اس کے دلائل کیا ہیں۔ معاشیات میں مختلف نظریات سے تحت ملے گی لیکن حلال و حرام کا کہیں لفظ نہیں آئے گا۔

ان حالات میں ضروری ہے کہ عربی مدارس والے ان علوم پر اپنی کتابیں خود تیار کریں۔ اور پھر یہ کتابیں ایسی جامع ہوں کہ ایک علم پر ایک ہی کتاب (خواہ وہ حجم میں بڑی ہی کیوں نہ ہوں) مبادیات سے شروع ہو اور اس میں نصاب کے مطابق آخری تفصیلی مباحث تک شامل ہوں تاکہ طالب علم کا وقت ضائع نہ ہو اور نہ ہی استاد کی خدمات ضروری ہوں۔ یہ کتابیں محض مطالعہ کے ذریعے پڑھی اور سمجھی جا سکتی ہوں۔ میرا مطلب یہ نہیں کہ ان میں مواد کم ہو۔ اور آسان ہوں بلکہ مراد یہ ہے کہ ان کتابوں کی ترتیب اور زبان و بیان ایسے ہوں کہ استادوں کی ضرورت نہ رہے۔

سائنس کے بارے میں تو ہمیں بہت ہی زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے اگر اس باب میں ان کتابوں پر اعتماد کیا گیا جو سرکاری نصاب کا حصہ ہیں تو نتائج نہایت خطرناک ہوں گے۔ اس باب میں سائنسی سوچ اور انداز فکر پر توجہ دینے کی سب سے زیادہ ضرورت ہے پھر مسلم سائنس دانوں کا تعارف، ان کی کوششوں کے نتائج اور ان کی تحقیقات سے جدید تحقیقات کا وجود میں آنا یہ سب کچھ واضح کیا جانا از بس ضروری ہے۔ اگر ایسا نہ ہوا تو نتیجہ یہ ہوگا کہ:

عربی مدارس کے طلبہ پر یورپ کی لادینی سوچ کا رعب بیٹھ جائے گا۔ جو قومی خودکشی سے کسی طرح کم نہیں ہوگا۔ اور اگر ایسا نہ ہوا تو سائنس کے خلاف نفرت کا ایک ایسا ماحول پیدا ہو جائے گا جو ان مقاصد کے خلاف ہوگا جس کے حصول کے لئے سائنس کو شامل نصاب کیا جا رہا ہے۔

لہذا ضروری ہے کہ عربی مدارس کے لئے سائنس کی نصابی کتابیں ایسے حضرات لکھیں جو دینی ذہن کے ساتھ ساتھ سائنس کے بارے میں وسیع معلومات بھی رکھتے ہوں۔ اور زبان و بیان پر قدرت ہو۔

رہی انگریزی زبان سو اس سلسلے میں سب سے پہلے میں حکومت کے اس فیصلے سے اپنے اختلاف کا اظہار ضروری سمجھتا ہوں۔ اور وہ یہ کہ ضرورت صرف انگریزی کی نہیں بلکہ جرمنی، فرانسیسی، اطالوی اور روسی وغیرہ ترقی یافتہ ممالک کی زبانوں میں سے کسی ایک یا ایک سے زیادہ زبانوں کا سیکھنا لازمی ہو۔ انگریزی کی تخصیص غلط ہے یہ درست ہے کہ انگریزی ہماری سرکاری اور دفتری زبان ہے اور سرکاری ملازمت کے حقوق اور مراعات حاصل کرنے والوں کے لئے ضروری ہے کہ سرکاری زبان جانتے ہوں۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب حکومت

فیصلہ کر چکی ہے کہ مستقبل قریب میں ہماری سرکاری زبان اردو ہوگی۔ تو پھر انگریزی کی تدریس پر اصرار کیوں ہے میں انگریزی زبان کے خلاف نہیں بلکہ اس کے خلاف رائے دے رہا ہوں کہ انگریزی کی تخصیص کیوں کی گئی ہے۔ اگر ہمارے نوجوان۔ جرمن یا فرانسیسی سیکھ لیں تو کیا قومی اعتبار سے ہمارا یہ اقدام آزادی کی سمت میں پیش رفتاری نہیں ہوگا۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ انگریزی یا ہندی نے ہمیں صرف انگریزی والے سامراجیوں کا دست نگر بنا ڈالا ہے۔ اگر ہمارے ہاں ترقی یافتہ ممالک میں رائج مختلف زبانوں کی تعلیم و تدریس کا عام بندوبست ہو جائے تو ہمارے تعلقات میں وسعت اور انداز فکر میں تبدیلی آسکتی ہے۔ آج ہم دنیا کا کوئی علم اور کسی قسم کی بھی تحقیق کے بارے میں جاننا چاہیں تو وہی کچھ جان سکتے ہیں جیسے انگریزی بولنے والی قوتوں نے پیش کرنا مناسب سمجھا ہے۔ گویا ہم ان کی اجازت اور پسند کے تابع ہیں۔

یہ موقعہ اس مسئلہ کی تفصیل میں جانے کا نہیں۔ کہ نصاب تعلیم میں انگریزی زبان کی لازمی حیثیت نے ہمیں کیا دیا۔ اور کیا کچھ حاصل کرنے سے روک رکھا ہے۔ اس وقت عربی مدارس کے نصاب میں انگریزی زبان کے شمولیت کے سرکاری فیصلہ کے پیش نظر نئے اقدامات کی تجاویز پر غور کرنا مقصود ہے۔

میرا خیال ہے کہ انگریزی زبان کا جو نصاب ہمارے سکولوں میں رائج ہے وہ عربی مدارس کے لئے قطعاً موزوں نہیں۔ اس کے برعکس ہمیں اپنے لئے ایک ایسا نصاب مرتب کرنا چاہیئے جس میں زبان تو انگریزی ہو لیکن خیالات خالص دینی اور مذہبی ہوں۔ مثلاً قرآن کریم کی آیات اور احادیث مبارکہ کے سیرت النبیؐ اور تاریخ اسلام کے اجزاء وغیرہ کے انگریزی تراجم پر مشتمل نصاب مرتب کیا جائے۔

ہمارے لئے ضروری ہے کہ جدید علوم کی تدریس کے وقت طالب علم کو یہ تاثر دیتے رہیں کہ یہ جو کچھ پڑھا اور پڑھایا جا رہا ہے یہ مسلمانوں کا اپنا علمی ورثہ ہے جس میں اہل مغرب نے کسی قدر اضافہ کیا ہے۔ اور اسی طرح انگریزی زبان کی تدریس کے ساتھ ساتھ عربی زبان کی وسعت و گہرائی کے تصور کو بھی اجاگر اور واضح کرنا از بس ضروری ہے۔ یہ محض ہماری تہذیب و ثقافت کی بقا اور حفاظت کا ہی تقاضا نہیں۔ بلکہ ایک علمی حقیقت بھی ہے جس کی طرف جان بوجھ کر توجہ نہیں کی گئی۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسا جامع نصاب کون کرے اور اس کی اشاعت و ترویج کا کیا اہتمام ہو؟ سو عرض ہے کہ وفاق المدارس کے تحت ایک نصابی کمیٹی قائم کی جائے۔ یہ کمیٹی نصاب کا خاکہ مرتب کرے کہ کس مضمون کی کس کتاب میں کیا کیا مسائل زیر بحث لائے جائیں۔ اس کے بعد اسی کمیٹی کی نگرانی میں کتابوں کی تصنیف و تالیف کا بندوبست کیا جائے۔ اور جب کتابیں مرتب ہو جائیں تو وفاق کی طرف سے انہیں طبع کرانے کے بعد حکومت کو پیش کی جائیں۔ اور اسے بتایا جائے کہ ہم جدید علوم میں یہ کچھ پڑھانا چاہتے ہیں اور انہی کتابوں کے مطابق

امتحانات ہوں گے۔ اس طرح نصاب کے راستے عربی مدارس کے نظام میں سرکاری مداخلت کی راہیں مسدود ہو جائیں گی۔

سرکاری مداخلت کا دوسرا راستہ تدریس کا ہے حکومت چاہے گی کہ سرکاری درسگاہوں کی فارغ التحصیل اساتذہ عربی مدارس میں جدید علوم کی تدریس کا کام کریں۔ گویا عربی مدارس سے فارغ ہونے والے علما حضرات کو سرکاری ملازمت کا وعدہ کر کے سرکاری مدارس سے فارغ ہونے والوں کو عربی مدارس میں فوری ملازمت دلادی جاتی ہے۔ اور بات صرف ملازمت تک محدود ہوتی تو قابل برداشت تھی لیکن ہوگا یہ کہ سرکاری مدارس سے آنے والے اساتذہ ہزار کوشش کے باوجود عربی مدارس کے نظام میں جذب نہیں ہو سکیں گے۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مدارس کا ماحول دو عملی کا شکار ہو جائے گا۔ اس لئے ضروری ہے کہ عربی مدارس کے اساتذہ باہر سے نہ لیے جائیں۔ بلکہ نصاب مرتب ہو جانے کے بعد اپنے اساتذہ تیار کیے جائیں۔ اور یہ کوئی مشکل کام نہیں۔ وفاق کی زیر نگرانی ایک تربیتی مرکز قائم کر دیا جائے جس میں اساتذہ کی تربیت کا بندوبست ہو جہاں چھ سات ماہ میں جدید علوم پڑھا دیئے جائیں۔

انگریزی زبان کو چھوڑ کر باقی وہ تمام جدید علوم جو حکومت عربی مدارس کے نصاب میں شامل کرنا چاہتی ہے ان کی تعلیم صرف چھ ماہ کی مختصر سی مدت ایسے حضرات کو دی جا سکتی ہے۔ جو عربی مدارس کے فارغ التحصیل ہیں اور بطور مدرس کام کر رہے ہیں۔ سرکاری سکولوں اور کالجوں میں محض ضوابط ہیں جن کا التزام کیا جا رہا ہے ورنہ درس و تدریس کا کام نہ ہونے کے برابر ہے۔ عربی مدارس کے مقابلے میں سرکاری مدارس میں برائے نام محنت اور کام ہوتا ہے بی۔ اے سطح کی معاشیات، جنرل سائنس۔ سیاسیات تاریخ اور جغرافیہ وغیرہ کی ساری کتابیں درس نظامی کے اساتذہ صرف چھ ماہ میں پڑھ کر درجہ اول میں امتحانات پاس کر سکتے ہیں۔ عربی مدارس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے لئے اساتذہ باہر سے نہ لیں بلکہ اپنے ہی اساتذہ سے کام لیں۔

رہی انگریزی زبان سو اس کے لئے عربی مدارس کے ہاں اساتذہ کی کمی نہیں۔ بے شمار لوگوں نے درس نظامی میں اسناد حاصل کرنے کے بعد انگریزی زبان سیکھ لی ہے۔ اور ان کی انگریزی زبان میں استعداد بالخصوص قواعد میں سرکاری مدارس کے اساتذہ کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہے۔

عمرانیات کے باب میں ایک بات جس کی طرف توجہ نہیں کی گئی اور عربی مدارس کے نصاب میں اس کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ وہ مذاہب اور تہذیبوں کا تقابلی مطالعہ ہے۔ ہمارے نصاب میں جو تاریخ۔ شہریت اور معاشیات کی کتابیں پڑھائی جائیں ان میں مذہب، اور تہذیب کو خاص جگہ دی جائے۔ اور پھر جس دور کی تاریخ ہے اور جس ملک کی سیاست، اور جس معاشرے کی معاشیات کے مسائل زیر بحث ہوں۔ اس دور، اس ملک اور اس معاشرے میں مذہب، اور پھر اسلام اور دوسرے مذاہب کے انداز ہائے فکر پر روشنی ڈالی جانی چاہئے۔ اس سے علوم میں عمرانی میں ایک نئے باب کا اضافہ ہوگا اور ساتھ ہی ساتھ طالب علم کا ذہن اسلامی نظریات

باقی صا پہ